بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

وہ ایک شخص تھا، جس کے ساتھ ۳۸ سال گذر گئے!

کتنا سخت لمحہ ہے کہ اس شخص کے جسد کی امانت کو مٹی کے حوالے کرنے کے بعد میں اسی کی جدائی کا ذکر چھیڑ رہا ہوں۔ اور ترجمان القرآن کے لیے میں اپنی پہلی تحریر اس نئی صورتِ حالات میں لکھ رہا ہوں کہ ترجمان القرآن کی ادارت کرنے اور اس کے ذریعے دُور دراز تک ایمان و حکمت کا نور پھیلانے والی ہستی نگاہوں سے اوجھل ہو چکی ہے۔ اس کی کرسی خالی ہے، وہ اپنے تاریخی کمرے میں بھی موجود نہیں، اور اہلِ خانہ کی مجلس میں بھی شریک نہیں ہے۔ اس کی کتابیں جیسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے ڈھونڈ رہی ہیں، اس کی میز پر رکھے ہوئے کاغذ اس کا انتظار کر رہے ہیں اور اس کا قلم سوچتا ہے کہ وہ کب آکر اسے اپنے ہاتھ میں لے گا۔ اس کی رہنمائی و شفقت کے سایے میں کام کرتے ہوئے بڑی قوت محسوس ہوتی تھی۔ قلم بے باکی سے چلتا تھا اور اربابِ فساد و عناد کے بڑے بڑے محاذ بے وقعت معلوم ہوتے تھے۔ آج قلب و نظر کی وہ کیفیتیں جوں کی توں کیسے برقرار رہ سکتی ہیں۔ لیکن اصل سرچشمہ قوت چونکہ خداوندِ کون و مکان ہے، اس وجہ سے مجھے یقین ہے کہ موجودہ مرحلہ سخت کے گزرتے ہی وہ پہلے سے بھی زیادہ قوت و اعتماد عطا کرے گا۔ وہ خود جانتا ہے کہ مولینا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد اس کے ساتھ مل کر اقامتِ دین کی جدوجہد کرنے والے رفیقوں کو نئے مراحل میں پہلے سے زیادہ عزم و ہمت کی ضرورت ہوگی۔

میری پہلی ملاقات مولینائے مغفور سے ۱۹۴۳ء میں بمقام دارالاسلام پٹھانکوٹ ہوئی تھی، اور

آخری ملاقات بفیلو میں جون ۱۹۷۹ء کو۔

میں اُن چند خوش قسمت لوگوں میں سے ایک ہوں جس نے پاکستان سے ۱۴ ہزار میل دُور، اُس سرزمین پر مولینا سے مغفور سے دل خوش کُن ملاقات کی، جہاں مولانا کے لیے آخری سانس لینا مقدر تھا۔ وہاں اُن کی عام صحت کو بہتر، چہرے کو شاداب اور گفتگو کو تر و تازہ پایا، اُس علاج کی افادیت بھی معلوم ہوتی جس کا آغاز چند ہی روز پہلے ہوا تھا۔ واپس پہنچا تو جلد سے جلد قارئین ترجمان القرآن اور رفقاء و احباب تک مولینا کی صحت کی اچھی خبر پہنچائی۔ بعد کی اطلاعات سے پتہ چلا کہ حالت مزید بہتر ہو رہی ہے۔ یہاں تک کہ ستمبر میں اُن کی واپسی کا پروگرام بننے لگا۔ مجھے کچھ اس وجہ سے بھی اُمید صحت زیادہ ہی تھی کہ میں یہ سمجھتا تھا کہ اللہ تعالیٰ شاید سیرت سرورِ عالم کی تیسری جلد کی تکمیل سے پہلے اپنے غنسۂ بدن بند کو راحت کدۂ ابدیت کی طرف جانے نہیں دے گا۔

پھر جس دن مولینا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کے آپریشن کی خبر آئی تو تشویش تو ہوئی، مگر دل کی اُمیدیں جوں کی توں برقرار رہیں۔ اس اطلاع کے ملنے کے بعد مولانا ئے مغفور کے گھر میں ختم قرآن اور ذکر و دُعا کا ایسا سلسلہ چلا کہ ۲۲ ستمبر کی خبر خدنگ اثر کے آنے تک برقرار رہا۔ سیکڑوں خواتین ہر روز جمع ہوتیں صبح سے رات گئے تک آتی جاتی رہتیں، اور ہر گھڑی ذکر و دُعا کا دَور چلتا رہتا۔[1] متفرق طور پر مختلف محلوں کے کئی گھروں میں بھی یہی صورت تھی۔ ظاہر ہے کہ دوسرے شہروں اور قصبوں کے علاوہ دُور دراز کے دیہات سے بھی دُعاؤں کے ہجوم عرش الٰہی تک اُٹھتے۔ مولانا کے اپنے گھر کے علاوہ اچھرہ اور لاہور کے دوسرے حلقوں میں محبانِ مودودی نے بکرے ذبح کرا کے صدقے میں دیے۔ گویا ذکر و دعا اور صدقہ

[1] اس زمانے میں مَیں بھی دن دن بھر مولینا کے صاحبزادوں کے ساتھ عالمِ اضطراب میں بیٹھا رہتا تھا۔ خاص طور پر مجھے شدت سے یہ احساس تھا کہ ان بچوں کی والدہ محترمہ بھی یہاں نہیں ہیں اور کوئی بزرگ رشتہ دار بھی گھر میں موجود نہیں ہیں۔ پریشانی کی پہلی خبر سُنتے ہی قلم ہاتھ سے رکھا اور پھر میں نہ ترجمان القرآن کی تیار کا پیاں دیکھ سکا اور نہ اشارات وغیرہ لکھ سکا۔ ورنہ پچھلے دو پرچوں کے تاخیر سے چھپنے کا مجھے سخت احساس تھا اور چاہتا تھا کہ اکتوبر کا شمارہ جلد سے جلد آجائے۔ ضمناً اس تاخیر کے لیے اپنے سارے قارئین سے معذرت خواہ ہوں۔

انفاق کی ایک خاموش تحریک تھی جو کسی کی ہدایت کے بغیر چل رہی تھی۔ ان مخلصانہ و دردمندانہ کوششوں سے خدا کی اٹل تقدیر کو بدلا نہیں جا سکتا تھا اور خدائی اجل مسمی کو نہ ایک پل آگے کیا جا سکتا نہ پیچھے ہٹانا کسی کے بس میں تھا۔ ہونے والا سانحہ اپنے وقت مقررہ پر ہو گیا (اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ) مگر ذکر و دعا کی یہ مساعی ضائع تو جا نہیں سکتیں، اُن پر تو وعدہ الٰہی کے مطابق برگ و بار آنے ہیں۔ ظاہر کے لحاظ سے دیکھیں تو اول تو جس کسی نے ذکر و دعا کے اس قافلے کا ساتھ دیا اُس نے اپنی عاقبت کے لیے کمائی کر لی۔ پھر قرآن پڑھ پڑھ کر اور صدقے دے دے کر دعائیں کرنے والوں کی مولینا مودودی رحمۃ اللہ علیہ سے محض خدا کے لیے پُرخلوص محبت ایک گواہی کی حیثیت سے مولینا کے حق میں ریکارڈ ہو گئی۔ تیسری برکت یہ ہوئی کہ یہ سلسلہ بھی غلبۂ اسلام کے جذبے کو بڑھانے کا ایک ذریعہ بن گیا۔

اسی طرح اولاً جنازے، بعدہٗ تعزیتی اجلاسوں اور قرآن خوانی کی مجالس کا جو سلسلہ جابجا شروع ہے، وہ بھی جذبۂ اسلامی کی آبیاری کر رہا ہے۔

---

۳۸ سالہ دور میں ہم نے نہ صرف دین کا اصل مدعا مولینا سے سمجھا، بلکہ اُن سے لفظاً لفظاً قرآن و حدیث کے درس سُنے، بلا جھجک اُن سے ہر طرح کے سوالات کیے، اُن سے بحثیں کیں، دماغ میں اپنے دور کے جتنے اثرات بھرے ہوئے تھے اُن کے سامنے اُگل دیے، انہوں نے جس محبت، جس کشادہ دلی اور جس حوصلہ افزائی کے ساتھ ہمارا قلبی و ذہنی تزکیہ کیا، وہ اُن کی طرف سے ہم پر اتنا بڑا احسان ہے کہ اس کا جواباً کوئی صلہ دینا سوائے دعاؤں کے ہمارے بس میں نہیں ہے۔ پھر ملکی اور بین الاقوامی سیاسیات، معاشیات، نظریہ ارتقا، مارکس ازم، جمہوریت، فسطائیت، ہندو امپریلزم وغیرہ وسیع مباحث میں انہوں نے جس طرح ذہنوں کی آبیاری کی اور دُنیا کے ہر فتنے کے بالمقابل جس خوبصورتی سے رموزِ دین کو ہم پر آشکار کیا، اس کا بیان کیسے ممکن ہے۔ کہنا یہ چاہیے کہ جیسے ۳۸ برس کا پورا زمانہ ہم نے ایک کالج یا یونیورسٹی میں گذارا جس میں ایک ہی شخص تمام مضامین کا لیکچرر اور پروفیسر تھا جس کا اصل مرکزی موضوع نظامِ اسلامی کا احیاء تھا۔

میں سچ کہتا ہوں کہ اگر میں اس سعادت سے محروم رہتا تو ایک دیہاتی نوجوان کی حیثیت میں

زیادہ سے زیادہ کلرکی یا مدرسی یا ایڈیٹری کا کوئی چھوٹا موٹا کام کرنے سے آگے نہ بڑھ سکتا۔ دوسری طرف اخلاقی حیثیت سے ماحول کا تیز و تند دھارا نہ جانے مجھے کن گردابوں میں جا پھینکتا۔ میں اب جو کچھ ہوں —— اگرچہ اب بھی خدا کا ایک کوتاہ کار بندہ ہوں —— میرے اندر جو بھی خوبی ہے اس کا بڑا حصہ اُس مردِ حق کی وجہ سے ہے جس کے قرب کی سعادت میرے لیے مقدر ہوئی۔

اس ۳۸ سال کی مدت میں میں نے بھی اور بے شمار دوسرے رفقائے مقصد نے بھی اس شخص کی ذاتی زندگیوں کے ہر پہلو کو بھی دیکھا اور اس کی دعوتی اور سیاسی اور علمی سرگرمیوں کو بھی خوب اچھی طرح چھانٹا پرکھا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا اور رسولؐ کے لیے گہری محبت کا جو رجحان، خدا کے دین کے لیے جو بے پایاں جذبہ، برصغیر کے مسلمانوں کے لیے جو گہرا تفکر، پاکستان کے لیے جس طرح کا ولولۂ بے تاب اور پورے عالمِ اسلام کے مسائل کے لیے اس کے اندر جو مخلصانہ اضطراب کارفرما دیکھا ہے، اس کی کوئی دوسری مثال نہ ملے گی۔ پھر ایک شخص نہ کبر و ریا سے کام لیتا ہے، نہ انکسارِ بے جا کا مظاہرہ کرتا ہے، نہ دین میں مداہنت کی اور نہ سیاست میں خیانت کی روش اختیار کرتا ہے، دعوت ماننے والوں کو اپنے بھائیوں اور بیٹوں کی طرح محبت و شفقت سے نوازا، اور گالیاں دینے والوں کو نظر انداز کیا۔ رفقا میں سے کسی نے اس کی رائے سے اتفاق کیا تو وہ خوش، اور اختلاف کیا، بلکہ تنقید کی تو وہ احسان مند۔ نہ مخالفوں کا تذکرہ کبھی بپھر کر کیا، نہ احوالِ ناسازگار کا سامنا کرتے ہوئے گھبراہٹ دکھائی، نہ کبھی وہ غصے سے بے قابو ہو کر کسی پر برسا، نہ طوفانِ عناد و فساد میں گھر کر اُس نے کبھی مایوسانہ نقطۂ نظر سے کام لیا۔ زبان ہمیشہ معیاری اور پاکیزہ رہی، لہجہ ہمیشہ نرم و لطیف رہا۔ اس کے سامنے الٰہ بخش تڑپ گیا، ڈاکٹر نذیر کی شہادت کی خبر اس کے کانوں تک پہنچی۔ تحریک ۱۹۷۷ء میں محبانِ دین گولیوں کا نشانہ بنے اور پولیس کی لاٹھیوں نے علماء کی بوٹیاں اُڑا دیں، اور اس کے چہیتے نوجوان قلعے اور سی آئی اے کے دفتروں اور تھانوں میں غیر انسانی شقاوتوں کا تختۂ مشق بنے تو ایسے عالم میں بھی اُس کا مشہور سلوگن نہ بدلا —— "صبر اور حکمت"!

معاملہ محض ایک فرد کے ذاتی غم کا نہیں ہے، مولینا کے غم جدائی کی وسیع جاگیر کے حصہ دار بے شمار ہیں، مگر سب سے پہلے مجھے جس حلقۂ غم زدگان کا احساس ہوتا ہے، وہ مرحوم و مغفور کے گھر کے لوگ ہیں۔

ہماری وہ بڑی بہن جو مولینا کی رفیقۂ مقصد بھی رہی ہیں، آج بیوہ ہو گئی ہیں۔ انہوں نے اگرچہ ضبطِ گریہ کی ایک اعلیٰ مثال قائم کی ہے۔ مگر یقیناً مولینائے مغفور کی وفات نے اُن کی شخصیت کو ہلا کر رکھ دیا ہے۔ وہ پچھلے چند برس سے خدمتِ دین اور درسِ قرآن کے ساتھ ساتھ اپنے آپ کو مولینا کی تیمارداری، پابندیٔ وقت کے ساتھ اُن کے لیے غذا اور دوا کے اہتمام اور اُن کی خبر گیری اور خدمت میں لگی رہتی تھیں، اور امریکہ میں مولینا کے مرض الموت کے دوران جو حالیہ سخت دورِ آزمائش انہوں نے گذارا ہے۔ اس کے بعد مولینا کی جدائی نے اُن سے گھریلو سرگرمیوں کا مرکز چھین لیا ہے۔ خدا اُن کی سعادت مند اولاد کو سلامت رکھے، مگر ایک عظیم شخصیت کی رفاقت و خدمت کا خلاء کوئی بھی پُر نہیں کر سکتا۔ اسی طرح مولینا کے نہایت ہی لاڈلے اور حساس بیٹے اور بیٹیاں ہیں، اور مجھے اندازہ ہے کہ ظاہری صبر کے باوجود اُن کے دل اندر سے کس طرح کٹ رہے ہیں۔ ہم سب اُن کے دُکھ درد میں شریک ہیں۔ ہم اس پورے گھر کا احترام کرتے ہیں۔ ہم مولینا کے اہلِ خانہ سے ہر ممکن تعاون کرتے رہیں گے اور اُن کو یہ محسوس نہ ہونے دیں گے کہ بس ہمارا تعلق صرف مولینا مودودی رحمۃ اللہ علیہ سے تھا، اور اب مولینا مودودی کے گھر والوں سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ میں تو کہتا ہوں کہ مولینا مغفور کے ملازموں اور خادموں کا بھی ہمیں لحاظ ہے۔

سو میں اپنی طرف سے بھی اور سب کی طرف سے بھی اس سوگوار خاندان کے ایک ایک فرد سے سچی ہمدردی کا اظہار کرتا ہوں، اور اُن سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ ہم سے پوری بے تکلفی کے ساتھ خدمت و تعاون طلب کرتے رہیں۔ انشاءاللہ ہم تمام صحیح اور جائز اُمور میں اُن کا ساتھ دیں گے۔ انہیں کبھی تنہا نہیں چھوڑیں گے۔

اس موقع پر میں یہ بھی کہوں گا کہ بیگم صاحبہ اور مولینا کے صاحبزادے اور صاحبزادیاں زیادہ تر دین سے وابستہ اور تحریکِ اسلامی سے متاثر ہیں۔ مگر اب مولینا کی وفات کا غم لگنے پر اُن کے گھلے ہوئے دلوں کو میں مائل کرنا چاہتا ہوں کہ وہ سب کے سب اب پوری سرگرمی سے اقامتِ دین کی جدوجہد میں شریک ہوں اور مولینا نے جس کام میں ساری عمر اپنی ہر قوت کو خرچ کیا، اُن کے خلاف بھی پوری یکسوئی سے اسی کو سرمایۂ دُنیا و آخرت بنا لیں۔ اس طرح وہ ایک وسیع برادری میں عزت کا بلند مقام پالیں گے۔ یہ بلند مقام ان کا ہر لمحے منتظر ہے۔ دولت اور کاروبار اور عہدے اور شہرت اور سامانِ آسائش و آرائش وہ چیزیں نہیں

ہیں جن کے لیے مولینا مودودی کا خاندان سرگرداں ہو۔ آپ دُنیا سے بے نیاز ہو کر خدا کے دین کے پیچھے چلنے کا فیصلہ کر لیں۔ دُنیا اپنے سارے مادّی اسباب و وسائل لے کر آپ کے پیچھے چلے گی ــــ اس طرح چلے گی جیسے خدم و حشم چلتے ہیں۔ آپ سب اُن بڑوں کو اپنے بزرگ اور ان چھوٹوں کو اپنے بھائی اور عزیز سمجھیں جن سے مولینا مودودی نے محبت کی اور جن کے درمیان اپنی عمر گذاری اور جن کو اعتماد و احترام کا مستحق سمجھا۔ مولینا مودودی مغفور صاحب کا عمر بھر کا رویّہ (جو آخر دم تک رہا) آپ کے لیے بجائے خود ایک وصیت ہے، اُن کا سارا لٹریچر ایک وصیت ہے۔ اُن کا سلسلۂ روابط ایک وصیت ہے۔ ان کی دعوتِ دین اور خدمتِ دین ایک وصیت ہے۔ اس وصیت کا جزء بہ جزء پورا کرنا آپ کی اوّلین ذمہ داری ہے۔ اس کے بغیر تو قیامت کے دن اپنے معزز نگر اصول و مقصد رکھنے والے باپ کے سامنے حقِ فرزندی و قرابت پورا کر کے دکھانا مشکل ہو جائے گا۔ آپ کے سامنے طغرلی یہ ہونا چاہیے کہ آنچہ پدر نتواند، پسر تمام کند۔ مرحوم و مغفور نے اپنا کام جس مقام پر پہنچا دیا ہے، اُسے اس سے آگے لے کے چلنے والوں میں آپ پیش پیش ہوں۔ ہمارے لیے کیا ہی مقامِ مسرت ہوگا کہ آپ نیچے کی مختلف ذمہ داریوں سے گذر کر .... زیادہ اہم مناصب تک پہنچیں۔ آپ اگر اپنا فرض صحیح طور پر ادا کرنے لگیں تو مولینا مودودی کی قائم کردہ جماعت کی لیڈرشپ کی صف آپ کے بغیر مکمل نہ ہو سکے گی۔ آپ مصر کے استاذ حسن البنا شہید کے معزز صاحبزادے سیف الاسلام کی مثال بنیں، اور جب کبھی آپ عالمِ اسلام یا دنیائے شرق و غرب میں کہیں بھی جائیں تو خواص و عوام یہ محسوس کر کے ٹوٹ پڑیں کہ اسلام کے عظیم مفکر مولینا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے تشریف لائے ہیں۔ آپ ادنیٰ مقاصد کی سطح سے بلند ہو کر اپنے تاریخ ساز والد کے خالی کردہ رتبے تک پہنچنے کے مستحق بنیں۔ وما ذٰلک علی اللہ بعزیز۔

بات کچھ اور آگے تک جاتی ہے۔

مولینا مغفور محض کمانے کھانے اور انفرادی زندگی گذارنے والے ایک شخص نہ تھے بلکہ انھوں نے ایک عظیم و مقدس مشن کے لیے وسیع رابطوں کی زندگی گذاری ہے۔ اُن کی حقیقی میراث چند روپے یا چند مربع گز زمین نہیں، اُن کی لامحدود میراث وہ عقیدہ و نصب العین ہے جس کے لیے انھوں نے قوت کی ایک ایک رمق خرچ کر دی۔ اُن کا سوچنا، اُن کا اُٹھنا بیٹھنا، اُن کا (باقی بر صفحہ ۳۵)

(بقیہ اشارات) لکھنا پڑھنا، اُن کی تقریر و تحریر، اُن کے دَورے اور سفر، اُن کی ملاقاتیں اور رابطے سب اسی عقیدہ و نصب العین کے لیے تھے۔

مولینا کے وسیع پسماندگان میں وہ تمام خاص و عام شامل ہیں جو اس عقیدے اور نصب العین کے فدائی ہیں۔ ایسے فدائیوں کو برسوں کی محنت سے مرحوم و مغفور نے اپنے گرد سمیٹا، پھر اُن کو منظم کیا، اُن کی تربیت کی، اُن کو کام سونپے، اُن سے مشورے لیے، اُن کی عزت کی اور انہیں تاریخ پر اثر ڈالنے والی ایک بڑی قوت بنا کے اپنے پیچھے چھوڑا۔

مولینا کا یہ وہ خاندان ہے اور یہ ایسی برادری ہے کہ مولینا نے جب جس کام کے لیے اُن کو پکارا انہوں نے لبیک کہا، اُن میں سے کتنوں نے عہدوں، اور ملازمتوں کو تج دیا۔ کتنوں نے حرام آمدنیوں سے حاصل شدہ جائیدادوں کو الگ کر دیا اور کتنوں نے عزیز رشتوں اور دوستیوں کو چھوڑ دیا۔ پھر خدا کے یہ بندے جیلوں میں گئے، سڑکوں پر لاٹھیوں اور گولیوں کا نشانہ بنے، گالیوں کی بوچھاڑوں سے دوچار ہوتے۔ تھانوں اور حوالاتوں میں خراب ہوئے، لاہور کے شاہی قلعہ اور دوسری عقوبت گاہوں میں اُن کے جسموں اور عضلات کو پیس ڈالا گیا، اور اُن کو اعصاب شکن ذہنی اذیتیں دی گئیں۔ اور اُن کی عزتِ نفس کے پرزے اُڑائے گئے۔ ان میں سے ہر شخص قربانیوں کی ایک تاریخ رکھتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اور سب کو چھوڑ کر آپ اس دیہاتی کارکن کا تصور کیجیے جس کو ضرورت کی پوری آمدنی میسر نہیں، جس کے بدن پر اچھا بلکہ کافی لباس نہیں، جس کے بچے مشکلات سے گذر رہے ہیں لیکن وہ بیس پچیس برس سے ایک عاشقِ جنوں زدہ کی طرح اقامتِ دین کے لیے صحرا نوردیاں کرتا ہے، وہ مولینا کی ہدایت پر عوام کو کوئی پیغام پہنچانے کے لیے کوچہ گردیاں کرتا ہے، وہ ایک ایک پمفلٹ کو لے کر ہر دروازے پر دستک دیتا ہے، اجتماعات میں شرکت کے لیے سفر کرتا ہے۔ تربیت گاہوں کے لیے وقت نکالتا ہے اور غریبی کے باوجود خدا کی راہ میں انفاق کرتا ہے۔ حق یہ ہے کہ مولینا مودودی کی مقصدی برادری کے اس چھوٹے سے کارکن کے قدموں کی دھول سیم و زر کے انباروں، کوٹھیوں اور کاروں سے زیادہ قیمتی ہے اور اس کی شخصیت اربابِ دولت وجاہ کی شخصیتوں سے ہزار گنا پاکیزہ اور بلند ہے۔

میں سوچتا ہوں کہ مولینا کی مقصدی برادری کے ایسے ایک ایک رکن کا دکھ کون بٹائے گا، اس کے

آنسو کون پونچھے گا، اس کو کون سہارا دے گا اور اس کے سامنے تعزیت کے لیے کون جائے گا۔

اسی صف کے ان ہزاروں پیارے بھائیوں کا تصور کرتا ہوں جو چترال اور بلوچستان سے لمبے لمبے سفر کر کے اس لیے لاہور پہنچے کہ مولینا کے جنازے میں شریک ہوں اور آخری بار ان کے چہرے کی جھلک دیکھ سکیں۔ کوئی حساب ہے ان لوگوں کے دکھے ہوئے جذبات کا، جن میں سے کتنے بچوں کی طرح بلک بلک کر روتے رہے، اور زیارت کے لیے میل بھر لمبی قطار انتظار میں کئی گھنٹے کھڑے رہے۔

اور مولینا ئے مرحوم ومغفور کی اس وسیع برادری کی ایک اہم صف ان بیدار دل اور شاہین نگاہ نوجوانوں کی ہے جنہوں نے درس گاہوں کی مخالفانہ تعلیمی فضا اور معاشرے کے فاسد ماحول کو شکست دے کر مولینا کا پیغام انقلاب اپنے اندر جذب کیا اور آج ان کی جانیں پرچم حق کو بلند کرنے کے لیے بے تاب ہیں۔ ان نوجوانوں نے اپنے آپ کو الحاد اور مادہ پرستی اور سوشلزم اور جنسی ثقافت سے اس طرح اپنے آپ کو بچا نکالا ہے جیسے کوئی نوخیز بچہ خونخواروں کے چنگل سے نکل بھاگا ہو۔ انہوں نے شدید تعلیمی مصروفیات کے ساتھ ساتھ ایک طرف اپنے آپ کو اسلامی شعور اور اسلامی کردار سے آراستہ کرنے کی مساعی جاری رکھیں، دوسری طرف یونیورسٹیوں کے ماحول میں انہوں نے مخالفِ اسلام نظریات کے جال پھیلانے والوں کا زور توڑ دیا اور تیسری طرف یہ ملک کی اسلامی تحریک کا سرمایۂ تقویت ہیں۔

مجھے اندازہ ہے کہ عزم وہمت کے ان پیکروں پر کیا گزری۔ ان کی روحیں کیسے تڑپ تڑپ گئیں، مگر انہوں نے اپنے سینوں کی جراحتوں سے خون نہیں ٹپکنے دیا۔ پھر کمال یہ ہے کہ اپنی تفتہ جگری کے باوجود انہوں نے اپنے لیڈروں کی زیرِ کمان تابوت کی آمد، سید مغفور کے رخ پرنور کی زیارت اور جنازے کی اسٹیڈیم روانگی اور واپسی کے انتظامات منظم سپاہ کی طرح کیے۔ یہ نوجوان جو اپنے ماں باپ سے بھی زیادہ سید مودودی اور مرشد مودودی کو چاہتے تھے، آج محترمی میاں طفیل محمد سے لے کر مجھ ناچیز تک مولینا کی ساری برادری اپنی اس نوجوان صف کے دکھ درد کا بہ شدت احساس کرتی ہے۔ مستقبل کے ان مجاہدین تحریکِ اسلامی کے سامنے میں سب کی طرف سے اظہارِ ہمدردی اور تلقینِ صبر کا فریضہ ادا کرتا ہوں، نیز دعا کرتا ہوں کہ سید مودودی کے یہ لاڈلے بچے

اور اسلام کے یہ فداکار سپاہی آنے والے دور میں تحریک غلبۂ اسلام کو تاریخ کے آخری کناروں تک پہنچا دیں اور دعوتِ حق کے جس عَلَم کو انہوں نے تھاما ہے اُسے دُنیا ئے انسانیت کے ہر اُونچے سے اُونچے مقام پر گاڑ دیں۔ نَصۡرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتۡحٌ قَرِیۡبٌ !

میں اپنے آپ پر بھی، اور اپنے تمام رفیقوں پر بھی لازم سمجھتا ہوں (اور میرے سارے رفیق بھی لازم سمجھتے ہیں) کہ مولینا کی اپنی بنائی ہوئی اس مقصدی برادری کے ہر رکن سے محبت کی جائے۔ اور اس کو احترام و اعتماد کا مستحق سمجھا جائے۔ اور مولینا کے خونی رشتوں اور خاندان کا بھی یہ فرض ہے کہ مولینا کے ان رُوحانی رشتہ داروں، بلکہ بیٹوں اور چہیتوں اور لاڈلوں کو ہمیشہ محبت و احترام کا مستحق سمجھیں۔

میں اپنے اس اداریے کے ذریعے مولینا کی اس پوری برادری کے ہر ہر فرد سے (جو پاکستان میں بھی پھیلی ہوئی ہے اور پاکستان سے باہر بھی دُنیا کے مختلف خطوں میں موجود ہے) تعزیت اور ہمدردی کا اظہار کرتا ہوں نیز اُن سے درخواست کرتا ہوں کہ مولینا کے تمام چاہنے والے اس عقیدہ و نصب العین کی سربلندی اور نظامِ اسلامی کے غلبہ کی جد و جہد پہلے سے زیادہ عزم و ہمت کے ساتھ کریں جس کے لیے مولینا مغفور نے آخر دم تک بھرپور کام کیا۔ اگر یہ نہیں تو محبت یا تو محض جذباتی نوعیت کی ہوگی یا کسی دُنیوی مفاد کے لیے!

مولینا مودودی رحمۃ اللہ علیہ کی اس وسیع برادری ہی کے جذبۂ محبت و احترام نے ہمیں مجبور کر دیا کہ جنازے کی تدفین میں قدرے تاخیر کو گوارا کر لیا جائے۔ ورنہ ہزاروں لاکھوں افراد کا دردِ محرومی ہمیں تڑپا تڑپا دے گا۔ ان کے جذبے مرجھا جائیں گے اور کلیجے مسوس کر رہ جائیں گے۔ مولینا کے زخم خوردہ فدائیوں کے ساتھ ایسا خوفناک تجربہ کرنے کی ہم میں ہمت نہ تھی۔

بلاشبہ حکم ہے کہ تکفین و تدفین میں عجلت کی جائے۔ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت میں ہے کہ — اَسۡرِعُوا بِالۡجَنَازَةِ (یعنی جنازے میں جلدی کرو) حُصَیۡنِ بۡنِ وَحُوۡحٍ نے حضرت طلحہؓ بن براء کی وفات کے موقع پر حضورؐ کا ارشاد "عَجِّلُوۡا بِہٖ" نقل کیا ہے۔ یعنی تجہیز و تکفین اور جنازہ

اٹھانے میں جلدی کرو۔

یہ حکم اگر فرضیت و وجوب کی نوعیت رکھتا ہو تو پھر تو کسی بڑے سے بڑے سبب کو بھی اس کی عین عین تعمیل میں مانع نہیں ہونا چاہیے۔ حقیقت میں اِس پر عمل کرنا مندوب و مستحب ہے اور اس کی حکمتیں اور مصلحتیں واضح ہیں۔ بروئے سنت مندوب و مستحب تقاضوں کو بالعموم پورا کرنا چاہیے اور عام طور پر تکفین و تدفین میں جلدی کی ہی جاتی ہے۔ لیکن اگر کبھی کوئی بڑی ضرورت سامنے ہو، مثلاً مناسب وقت میں اعزہ و اقربا کے شریک جنازہ ہونے کا امکان ہو یا وارثِ حقیقی موجود نہ ہو اور اُس کا حضور بہت دیر میں پہنچ جانا متوقع ہو، یا طوفانِ باد و باراں اتنا شدید ہو کہ شامیانہ تان کر بھی قبر تیار کرنا ممکن نہ ہو اور اگر تیار کریں تو اس کے کنارے گرنے لگیں یا پانی اندر بھر جائے یا بیک وقت کسی بستی میں یا کسی گھر میں آگے پیچھے موتیں ہو جائیں تو ایسی صورت میں توقف کیا جا سکتا ہے۔ میں اگرچہ فتویٰ دینے کا مقام نہیں رکھتا مگر سرسری حیثیت سے مسئلے کی نوعیت کو سمجھتا ہوں اور جنائز کے سلسلے میں پیش آنے والی عملی صورتوں کا مجھے تجربہ و مشاہدہ ہے۔

جہاں تک دلیل کا تعلق ہے، عملِ صحابہؓ سے بڑی قاطع دلیل ملتی ہے۔ آخر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسدِ مبارک کو کم از کم ۳۲ گھنٹے تاخیر سے سپرد لحد کیا جا سکا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ مسلمانوں کے گروہ تا دیر یکے بعد دیگرے جنازہ پڑھتے رہے۔ گویا ایمانی فدائیوں میں سے اکثر کو محروم رکھنا صحابہؓ نے درست نہیں سمجھا۔

ہم جیسے عامیوں کی موت کے مقابلے میں جن کا تعلق اپنے گھر یا خاندان کے چند افراد سے ہوتا ہے، خدا کے دین کی خدمت کرنے والی مقبولِ خلائق اور محبوبِ عام شخصیتوں کا معاملہ ذرا مختلف ہوتا ہے۔ ایسی ہستیوں کا خاندانِ محبت بڑا وسیع ہوتا ہے اور اس وسیع خاندان کو درکنار رکھ کر محض خونی رشتے کے دو چار وارثوں کا کوئی فیصلہ کر دینا مناسب نہیں ہوتا۔ ایسے لوگوں کے بھائی بندوں اور بیٹوں بیٹیوں کی تعداد بہت زیادہ ہوتی ہے جن کی رعایت اس بنا پر ملحوظ رکھنا ضروری ہوتا ہے کہ کسی متوفیٰ نے زندگی میں اُن کے جذبات کی رعایت ملحوظ رکھی ہو۔[1]

۱؎ باہر کے بعض دوستوں نے یہاں آکر روتے ہوئے یہ کہا کہ ہم لوگ جنہیں ۲۵ تاریخ کو (باقی برصفحہ آئندہ)

پس ایک حکمِ مندوب کے ثواب کی کمی، ہزار ہا انسانی قلوب کے اطمینان اور اُن کی شرکت جنازہ سے پوری ہو جاتی ہے۔ واضح رہے کہ جنازوں کا بڑا ہونا جہاں یہ معنی رکھتا ہے کہ انبوہ کثیر نے ایک شخص کے حق میں دعا کرنے کے ساتھ ساتھ اچھی شہادت دی اور اپنے لیے ثواب حاصل کیا، وہاں دین کی تاریخی کشمکش میں حصہ لینے والی شخصیتوں کے جنازے دنیا کے لیے ایک علامت ہدایت بھی ہوتے ہیں۔ جیسے کہ امام احمدؒ بن حنبل اور امام ابن تیمیہؒ نے فرمایا تھا کہ یہ تو ہمارے جنازے ہی واضح کریں گے کہ ہم یا ہمارے مخالفین میں سے کون حق پر ہے۔ چنانچہ اُن کے جنازے کی وسعت و عظمت اُن کے حق میں علامت بن گئی۔ آج مولینا مودودی کا جنازہ بھی اُن کے حق میں ایک دلیل اور علامت کی حیثیت سے سامنے آیا ہے۔

کیا خوب بات کہی اُن کے ایک محب خاص استاذ یوسف القرضاوی نے کہ مولینا مودودی کا جنازہ نہیں، ریفرنڈم تھا۔ اس جنازے نے اسلام اور غیر اسلام کے درمیان لکیر کھینچ دی ہے۔ اس جنازے نے ثابت کر دیا ہے کہ پاکستان میں اسلام کے سوا اب کوئی دوسرا نظریہ نافذ نہیں ہو سکتا۔ پاکستان اب اسلام کے لیے وقف ہو گیا ہے (سبحان اللہ)

اگر مولینا کی بیماری اور وفات کی خبر نہ دی جاتی اور جنازے کے متعلق کسی طرح کا اعلان کیے بغیر چپکے سے میت لا کر جلدی جلدی دفن کر دی جاتی تو ایک حکم مستحب کا ثواب تو اُن کے ورثاء کو مل جاتا مگر دین اور محبانِ دین کو وہ عظیم برکات نہ ملتیں جن سے وہ بہرہ مند ہوئے ہیں۔

مولینا کے معاملے میں تو خدا تعالیٰ کا خاص ہی پروگرام تھا۔ ذاتی طور پر اُن کو یہ بات پسند نہ تھی کہ اُن کا آخری وقت کسی غیر ملک میں آئے (اس کا اظہار انہوں نے میرے روبرو بھی کیا) لیکن مشیتِ الٰہی نے اپنا راستہ خود معین کیا۔ گھر سے ہزاروں میل دُور بفیلو کے ایک ہسپتال میں اُن کی رُوح قبض کی گئی نتیجہ یہ کہ نیویارک اور لندن میں اُن کے جنازے پڑھے گئے۔ بروایت پروفیسر خورشید احمد مجموعی طور پر

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) رات گئے تک بہ سلسلہ بلدیاتی انتخابات سرکاری پارٹیاں دیتی ہیں، خدا کے لیے ہمیں مولینا کے چہرے کی آخری زیارت اور شرکت جنازہ سے محروم نہ کیجیے اور ہم جیسے ہزاروں افراد کے لیے نماز جنازہ ۲۶ کی صبح کو رکھیے۔ مخلصانہ جذبات کے ان ریلوں سے ہم جیسے بے نیاز ہو سکتے تھے کہ لوگوں سے دُور کہیں چھپ کے بیٹھ سکتے۔ ایسے لوگوں کی فریادوں کا ہمیں احترام کرنا پڑا۔

ایک درجن مرتبہ جنازے پڑھے گئے۔ اور خبرِ دنیا میں اُن کا تذکرہ تازہ ہوا۔ اِدھر ملک کے لوگوں کو موقع مل گیا کہ وہ دُور دُور سے جنازے کے لیے آسکیں، اور بے شمار لوگ آئے۔ خدا ان سب کے جذبۂ اخلاص کو قبول کرے۔

وہ قابلِ احترام مہمان جو امریکہ، برطانیہ، سعودی عرب، قطر، کویت، اُردن، عمان، انڈیا، بنگلہ دیش سے جنازے میں شرکت کے لیے تشریف لائے وہ بھی مولینا مودودی مرحوم و مغفور کی عالمی برادری کے رکن تھے۔

اندرونِ ملک سے اوّلاً صدرِ پاکستان کا ہم شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے نہ صرف جنازے میں شرکت کی بلکہ مولینا کے گھر آکر اُن کے اخلاف سے تعزیت بھی کی اور تابوت کو امریکہ سے لانے کے لیے خصوصی دلچسپی کا اظہار بھی کیا، نیز گورنر پنجاب جنرل محمد سوار خاں اور گورنر سندھ جنرل عباسی اور اُن کے ساتھ حکومت کے جن افسروں نے جنازے میں شرکت کی، وہ یقیناً عنداللہ خصوصی ثواب کے مستحق ہوں گے۔ پی آئی اے کے چیئرمین جناب انور جمال کی بھی ہم قدر کرتے ہیں جنہوں نے کراچی میں مولینا مودودی مغفور کی نمازِ جنازہ کے سلسلے میں انتظامات پر خصوصی توجہ دی۔ حکومت پنجاب کا یہ حکم بھی ہزاروں افراد کے لیے باعثِ ثواب بنا کہ سرکاری ملازموں کو اجازت دے دی گئی کہ وہ دفتری اوقات میں شرکتِ جنازہ کے لیے جا سکتے ہیں[1]۔ علاوہ ازیں جو بے شمار علما، سیاسی لیڈر،

[1] نہ خوگر حمد ہوں اور نہ گلہ گذار۔ بلکہ ایک معاملے میں مجھے سخت تحیّر ہے کہ یہ بات کیا تھی اور کیوں ہوئی۔ ایک طرف صدر پاکستان اور دو صوبوں کے گورنروں کا مستحسن طرزِ عمل ہے۔ دوسری طرف ملک جاوید اختر صدر پنجاب یونیورسٹی یونین نے نیو کیمپس آڈیٹوریم میں پہلے بڑے جلسۂ تعزیت میں، ۲۷ستمبر کو یہ انکشاف کیا کہ ریڈیو اور ٹی۔وی کی طرف سے مولینا مودودی کے آخری سفر کے سلسلے میں خبریں اور معلومات دینے کے لیے خاص پروگرام تھا۔ لیکن مبینہ طور پر مرکزی سیکرٹری اطلاعات نے ایسی ہدایات دیں کہ بعد ازاں خبر بھی غیر اہم اور مختصر انداز سے پیش کی گئی۔ اندر کی ہدایات کا معاملہ تو خیر محض "مبینہ" کی حدود تک محدود ہے۔ مگر ہدایات سے جو نتیجہ نکلنا چاہیے تھا وہ کم سے کم سب کے سامنے ہے۔ مولینا کے جنازے ہی کی خبر مختصر کر دی گئی اور اُسے پہلے نمبر (باقی برصفحہ آئندہ)

صحافی اور دانشور، کاروباری حضرات اور ملازم، خواتین اور طلبہ تعزیت یا جنازے میں شرکت کے لیے آئے، خدا ان سب کو جزائے خیر دے۔

بیرونِ ملک سے آنے والوں میں سے نمایاں نام یہ ہیں:۔

۱۔ ڈاکٹر یوسف القرضاوی، قطر یونیورسٹی۔ ۲۔ استاذ عبد اللہ العقیل ڈائرکٹر اسلامی امور، وزارتِ اوقاف، کویت۔ ۳۔ سیف الاسلام ایڈووکیٹ فرزند امام حسن البنا شہید، مصر۔ ۴۔ عبد الرحمن، عبد الرزاق، عراق۔ ۵۔ عدنان سعد الدین، اخوانی رہنما ابو ظبی ۶۔ شیخ سعید حوی،

(بقیہ حاشیہ صفحہ سابقہ) سے ہٹا دیا گیا۔ بعد ازاں اُن کے تعزیتی اجتماعات میں ملکی شخصیتوں کے علاوہ متعدد معروف غیر ملکی اکابر نے تقریریں کیں، مگر ایسی چیزوں کا بلیک آؤٹ جاری رہا۔ جہاں تک مولینا مودودی مغفور کے اپنے مسلک کا تعلق ہے، وہ ہمیشہ ان چیزوں سے بے نیاز رہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا اُن سے خاص معاملہ تھا کہ اُن کی قبولیت عام کو دُنیا میں اس طرح پھیلایا جیسے گھاس کے نیچے ہی نیچے پانی پھیلتا چلا جاتا ہے — اُوپر خواہ کیسی ہی خاردار جھاڑیاں اور بیلیں پھیلی ہوئی ہوں۔ دنیا والے اپنے ذرائع ابلاغ کو اچھی طرح سینت سنبھال کر بیٹھے رہیں، خدا تعالیٰ کے کچھ اپنے بھی ذرائع ابلاغ ہیں۔ کاش کہ اُن کا کیا ہوا کام اور نتیجہ منفی ذہن کے عناصر کو محسوس ہو سکے۔

میں نے کل جب سیکولر انڈیا میں جے پرکاش نرائن کی ارتھی کے جلوس کی مفصل رننگ کمنٹری انڈیا ریڈیو سے سُنی اور یہ جانا کہ حکومت کے عمائد، تینوں شعبہ ہائے فوج کے نوجوانوں اور اُن کے افسروں، ساری سیاسی جماعتوں کے لیڈروں اور مذہبی شخصیتوں نے ارتھی کے جلوس میں شرکت کی، نیز ذرائع ابلاغ نے پوری تقریبِ غم کا نقشہ آوازوں اور لکیروں میں قوم اور بیرونی دُنیا کے سامنے رکھ دیا تو مجھے خیال آیا کہ کیا ہمارے ہاں سوچنے والوں کے دماغ مفلوج تھے اور اُن کے قلوب اتنے بے ظرف تھے کہ وہ اسلامی ریاست کے اندر اسلامی ریاست کے نقیب اور مفکر کے آخری سفر کو ذرائع ابلاغ کے ذریعے پیش نہ کر سکے۔ اگر وہ ایسا کرتے تو خواص و عوام کے جذبۂ اسلامی کی مزید آبیاری ہوتی۔ اور خود وہ لوگ خدا سے اجر پاتے۔

مجھے اندیشہ ہے کہ ہمارے ہاں ایسے لوگ ہیں جو اپنے ذاتی خیالاتِ فاسدہ اور جذبات سافلہ کی تسکین کے لیے خاص موقعوں پر منفی قسم کی کارروائیاں کرتے رہتے ہیں۔ کاش کہ مبینہ بات کے متعلق فوری طور پر تحقیقاتی کارروائی کر لی جائے۔

اخوانی رہنما، شام - ۷ - ڈاکٹر احمد توتونجی، اسسٹنٹ سیکرٹری جنرل، ورلڈ اسمبلی آف مسلم یوتھ۔ ۸ - ڈاکٹر طٰہٰ جابر العلوانی، پروفیسر شریعت کالج، ریاض - (نمائندہ خصوصی از حکومت سعودی عرب) ۹ - استاذ محمد صلاح الدین، ایڈیٹر روزنامہ المدینہ، جدّہ - ۱۰ - شیخ عبد العزیز المطوع، اخوانی رہنما کویت - ۱۱ - ڈاکٹر کمال سنانیری، اخوانی رہنما مصر - ۱۲ - شیخ عبد العزیز بن عبد اللہ المحمود چیف جسٹس قطر - (نمائندہ خصوصی از حکومت قطر) - ۱۳ - مولینا محمد یوسف، امیر جماعت اسلامی، ہند - ۱۴ - مولینا ابواللیث اصلاحی، سابق امیر جماعت اسلامی، ہند - ۱۵ - مولینا صدر الدین اصلاحی، رکن مجلس شوریٰ جماعت اسلامی، ہند - ۱۶ - مولینا عروج قادری، ایڈیٹر ماہنامہ زندگی، ہند - ۱۷ - مولینا محمد اجتبیٰ ندوی ہند ۱۸ - مولینا عبد الحسیب اصلاحی، ہند - (نوٹ ان حضرات کے ساتھ ۵۰ افراد پر مشتمل وفد آیا) - ۱۹ - مولینا عباس علی خان صاحب امیر جماعت اسلامی بنگلہ دیش - ۲۰ - مولینا عبد السبحان صاحب بنگلہ دیش - ۲۱ - جناب قمر الدین نور صاحب رہنما تحریک نوجوانان اسلام، ملائیشیا - ۲۲ - جناب محمد سنوسی رہنما اسلامک پارٹی ملائیشیا - ۲۳ جناب عبد اللطیف عربیات وزارت تعلیم، اردن (چار رکنی وفد کے ساتھ) ۲۴ - جناب غلام نبی فائی، نمائندہ جماعت اسلامی، مقبوضہ کشمیر -

علاوہ ازیں، امریکہ اور انگلستان سے بھی اسی موقع کے لیے مختصر وفود آئے -

بعد میں آنے والوں کے اسماء یہ ہیں:

۱ - جناب یٰسین عمر الامام - ممبر قومی اسمبلی، سوڈان - ۲ - ڈاکٹر علی الحاج، نمائندہ از مرکز اسلامی ہائی کمان، سوڈان - ۳ - آیت اللہ یحییٰ نوری، نمائندہ خصوصی آیت اللہ امام خمینی، ایران - ۴ - ڈاکٹر غفوری، ایران - ۵ - جناب احمد، ایرانی قونصل مامور بہ پاکستان، اور ان کے اسٹاف -

ممالک اسلامیہ کے ان چند محبان مودودی اور ممتاز خادمانِ اسلام کی فہرست یہ ہے جو اسلام آباد کے سیمینار میں شرکت کے بعد تعزیت کے لیے تشریف لائے -

مفتی عتیق الرحمن (انڈیا) - ڈاکٹر مصطفیٰ الزرقا (شام) - ڈاکٹر ابو حامد عثمان (مراکو) - ڈاکٹر مہدی بن عبود (عمان) استاذ احمد بن الخلیفہ مفتی (عمان) - جناب مصطفیٰ عبد اللہ سلیمان - جناب عبد اللہ حمّاد سیف (سینیگال)، ڈاکٹر اسمٰعیل رضی الفاروقی - جناب احمد البیلے - جناب زاہد لیفی، ڈاکٹر علی الحاج (سوڈان)، ڈاکٹر یٰسین عمر الامام (سوڈان) -

اُن تعزیتی تاروں کی فہرست پیش کرنا تو ان صفحات میں ممکن نہیں جو باہر کے مختلف حکمرانوں، حکومتی عہدہ داروں، اسلامی تنظیموں، تعلیمی یا علمی اداروں، تبلیغی حلقوں اور مولانا کی دعوت سے قریبی روابط رکھنے والوں کی طرف سے چند روز میں موصول ہوئے ہیں۔ مختصر یہ ہے کہ عالمِ اسلام کا کوئی ملک ایسا نہیں اور نہ مسلمانوں کی آبادی کا کوئی مشرقی یا مغربی خطہ ایسا ہے جہاں سے مولینا مغفور کے محبوں کے پیغامات نہ آرہے ہوں۔

ادارہ ترجمان القرآن، مولینا مودودی کے اہل خاندان اور جماعتِ اسلامی کے امیر اور دیگر مرکزی اکابر کی طرف سے میں متذکرہ تمام اصحاب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جن کی مخلصانہ ہمدردی نے ہمارے بارِ غم والم کو ہلکا کر دیا۔

سعودی عرب کے ممتاز عالم شیخ عبدالعزیز بن باز نے باقاعدہ حکم کیا جس کے تحت گذشتہ جمعہ کو (مولینا مغفور کی تدفین کے ایک دن بعد) حرمین کے علاوہ ملک کی تمام مساجد میں غائبانہ نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔ اسی طرح ابوظبی کے قاضی القضاۃ کے حکم سے ابوظبی کی مساجد میں بھی غائبانہ نماز جنازہ ادا کی گئی۔ مراکش کے جریدہ العلم کے ذریعے معلوم ہوا ہے کہ گذشتہ جمعہ کو مولینا کی اسلامی خدمات کے اعتراف کے سلسلہ فاس کی جامع قزوین، مسجد اندلس، تتوان اور کاسابلنکا اور رباط کی جملہ مساجد میں جنازے کی غائبانہ نمازیں پڑھی گئیں اور دعائیں مانگی گئیں۔ مصر میں خبر کے پہنچتے ہی تمام بازار اور ادارے بند ہو گئے، وہاں بھی جنازے کی نمازیں پڑھی گئیں۔ اور دعائیں مانگی گئیں۔ ابھی مختلف اطراف سے آہستہ آہستہ اطلاعات جمع ہوں گی۔

قرآن خوانی کی مجالس، یادگاری اجلاس اور تعزیتی اجتماعات دُنیا بھر میں اس کثرت سے ہو رہے ہیں کہ اُن کی رپورٹ یہاں پیش نہیں کی جا سکتی۔

یہ سب علامات ہیں اس بات کی کہ سیّد مرحوم و مغفور سے، کسی دنیوی مفاد کی آلائش کے بغیر اللہ فی اللہ محبت کرنے والوں، اور اُن کے علم و کردار اور اُن کی دینی خدمات اور علمی کارناموں کی گواہی دینے والوں کی کتنی بڑی تعداد ہے۔ جو ملکوں ملکوں اور شہروں شہروں میں پھیلی ہوئی ہے۔ یہ ایک نشان اُس شخص کی اُخروی کامرانیوں کا جس کی زندگی بھی دین کے حق میں ایک علامت تھی اور جس کی موت بھی ایک علامت بن گئی ہے۔ سبحان اللہ!

یہ طویل گذارشات ختم کرتے ہوئے میں دُعا کرتا ہوں کہ:۔

اے اللہ! اپنے دینِ مقدس کی بھرپور خدمات انجام دینے والے سید مودودی کی رُوح پر اپنی رحمتوں اور انوار کا نزول فرما، اس پر اپنی بہترین تجلیات کے پھول برسا! اس کی قبر کو افق تا افق وسعت دے اور اپنے جمال کی کرنوں سے اسے روشن کر دے۔

اے اللہ! تیرے اس بندے نے اقامتِ دین کی مہم کا آغاز کر کے اس کے عروج کے لیے اپنی پوری عمر کھپا دی، اسے جزائے وافر عطا فرما!

اے اللہ! وہ ہستی جس نے تیرے پیارے آخری رسولؐ سے اور اس رسولؐ کی ستم رسیدہ اُمت کے ساتھ بھرپور محبت کی اور اس اُمت کی بھلائی کے لیے جیل کی سلاخوں اور پھانسی کے تختے تک کے لیے اپنے آپ کو پیش کر دیا، اسے اپنے رسول کی شفاعتِ خاص سے نواز، اور اسے حوض کوثر کے مشروبِ مقدس سے سیراب فرما۔

اے اللہ! وہ جو عالمِ اسلام کے ہر دُکھ پر تڑپا ہے، جس نے مسلمانوں کے ہر زخم کی ٹیس اپنے کلیجے میں محسوس کی ہے اور اُن سارے احساساتِ کرب کو اپنے سینے میں جذب کر کے جس نے پورے صبر و عزم کے ساتھ ایسے تمام معاملات میں اپنا فرض ادا کیا ہے، اسے انعام یافتہ انبیاء و شہداء اور صدیقین و صالحین کی محفل میں مسندِ نور عطا فرما۔

اے اللہ! تیرا وہ بندہ جس نے قدم قدم پر مختلف اطراف سے تکفیر و تضحیک کے حملے برداشت کیے اور بدگوؤں کو "جیسے کو تیسا" کے اصول پر نہ کبھی برسرِعام جواب دیے اور نہ دل میں کوئی کینہ رکھا جو قریبی حلقے میں وقتاً فوقتاً نمایاں ہوتا رہے ـــــ اپنے ایسے بندے کو ہر اُخروی راحت سے زیادہ سے زیادہ حصہ ارزانی فرما۔

اے اللہ! اس داعیِ حق اور نقیبِ اقامتِ دین نے اپنے مقدس مشن کے لیے جس تحریک کو برپا کیا ہے، اس کی زیادہ سے زیادہ خدمت کی توفیق ہمیں بھی نصیب کر۔ نیز ہمیں نئی قوتیں اور صلاحیتیں عطا فرما۔

اے اللہ! جن افراد اور جن اداروں اور جن سرگرمیوں سے اُس نے زندگی میں صرف تیرے لیے محبت کی ہے اُن سے محبت کرنے کی سعادت ہمیں عطا فرما۔

اے اللہ! اپنے بعد کام کو جاری رکھنے کے لیے جن اصحاب کو رخصت ہونے والے بانیِ تحریک نے

بہ طور امیر یا لیڈر تربیت خاص دی اور جن کو مامور کیا یا جن کے کسی منصب ذمہ داری پر آپ نے کو پسند کیا، اُن کی اطاعت اور اُن سے تعاون اور اُن کی خیر خواہی کی راہ پر ہم کو مستقیم رکھے۔

اے اللہ! راقم الحروف کے لیے تو وہ دینی استاذ اور قرآن و حدیث کا معلم ہونے کے علاوہ ذاتی دائرے میں شفیق بزرگ بھی تھا۔ میں نے بعض اوقات اپنی ذاتی پریشانیوں کو اس کے سامنے بیان کر کے حرفِ تسلی اور کلماتِ دعا کی شکل میں فیض اُٹھایا ہے۔ میں نے کبھی کبھار اس کے سامنے اپنی الجھنیں اور اذیتیں بھی پیش کی ہیں۔ میں نے دو ایک بار اس سے وقتی ضرورتوں کے لیے قرض بھی لیا ہے، اور میرے ربّ غفور میں نے اس کے سامنے بارہا بے باکی سے (بدتمیزی سے نہیں) بعض ایسی باتیں کہی ہیں جنہیں شاید کوئی دوسرا نہ کہہ سکتا اور ایسی کئی باتوں کو سید مغفور نے مجھ سے قبول کر لیا ہے۔ میرے آقا! تیرے اس بندے نے تہائی صدی سے زائد عرصے میں مجھے کبھی خوردہ گیری کا نشانہ نہیں بنایا، مجھ پر میرا اکثر ہونا واضح نہیں کیا، مجھے زجر و توبیخ نہیں کی۔ بلکہ میرے ناقص کاموں پر بھی میری حوصلہ افزائی کی ـــ اے خداوندِ کائنات! میرے اس مشفق محسن کے درجاتِ عالیہ میں مسلسل اضافہ فرما۔

اے اللہ! مولینا مغفور کے اہل خاندان، جماعتِ اسلامی کے وابستگان اور پاکستان اور عالمِ اسلام اور بقیہ دُنیا کے تمام محبانِ مودودی کی جراحت لمئے غم پر صبر و سکینت کا مرہم رکھ دے۔

آمین، ثم آمین۔

مولینا مودودی مرحوم و مغفور کے اہل خانہ کی طرف سے یہ اعلان ہونے پر روح جھوم اُٹھی کہ ۵۔اے ذیلدار پارک کو مولینا کی لائبریری سمیت ایک ایسے وقف میں بدلا جا رہا ہے جہاں اُن کے نشو و نما دیے ہوئے کارِ تحقیق کو بھی آگے بڑھایا جائے گا اور دوسری ایسی علمی اور تربیتی سرگرمیاں جاری کی جائیں گی جو مرحوم و مغفور کے دم سے جاری رہیں۔ بہت ہی اچھا ہوا کہ اس دلکش منصوبے سے انہوں نے پریس کے ذریعے پوری قوم کو آگاہ کر دیا اور ملک اور عالمِ اسلام کے کروڑوں انسانوں کو گواہ بنا لیا۔ اس فیصلے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مولینا کے صاحبزادگان میں غلبہ نظامِ حق کا سچا جذبہ موجود ہے۔ خدا سے دعا ہے کہ وہ ان کے اس نیک ارادے کو مستحکم کرے۔

یہ کام جب سے شروع ہو کر جب تک جاری رہے گا، اس کا ثواب لمحہ بہ لمحہ مولینا مودودی کی رُوحِ پُرنور تک پہنچتا رہے گا اور اس کام کے لیے جتنے بھی لوگ آئندہ کے لیے تیار ہوں گے ان سب کی علمی و دینی خدمات کے ثواب کا حصہ سید مودودی مرحوم و مغفور کو ملے گا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک! ثم الحمد للہ۔